تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

بانی : اقتدار احمد مرحوم ۲۶ اکتوبر تا یکم نومبر ۲۰۰۰ء (۲۷ رجب تا ۳ شعبان ۱۴۲۱ھ) مدیر : حافظ عاکف سعید

اقامت دین کی جدوجہد... روحانی ترقی کا بلند ترین مقام

دین اسلام کی اقامت میں حصہ لینے کو قرآن مجید میں اکثر مقامات پر "اللہ کی مدد کرنے" سے تعبیر فرمایا ہے۔ زندگی کے جس دائرے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ و اختیار کی آزادی عطا کی ہے، اس میں وہ انسان کو کفر یا ایمان، بغاوت یا اطاعت میں سے کسی ایک راہ کے اختیار کرنے پر اپنے خدائی اختیار سے مجبور نہیں کرتا۔ اس کے بجائے وہ دلیل اور نصیحت سے انسان کو اس بات کا قائل کرنا چاہتا ہے کہ انکار و نافرمانی اور بغاوت کی آزادی رکھنے کے باوجود اس کے لئے حق یہی ہے اور اس کی فلاح و نجات کا راستہ بھی یہی ہے کہ اپنے خالق کی بندگی و اطاعت اختیار کرے۔ اس طرح فہمائش اور نصیحت سے بندوں کو راہ راست پر لانے کی تدبیر کرنا، یہ دراصل اللہ کا کام ہے۔ اور جو بندے اس کام میں اللہ کا ساتھ دیں ان کو اللہ اپنا رفیق و مددگار قرار دیتا ہے اور یہ وہ بلند سے بلند مقام ہے جس پر کسی بندے کی پہنچ ہو سکتی ہے۔ نماز، روزہ اور تمام اقسام کی عبادات میں تو انسان محض بندہ و غلام ہوتا ہے مگر تبلیغ دین اور اقامت دین کی جدوجہد میں بندے کو خدا کی رفاقت و مددگاری کا شرف حاصل ہوتا ہے جو اس دنیا میں روحانی ارتقاء کا سب سے اونچا مرتبہ ہے۔

(تفہیم القرآن، جلد اول، از سید ابو الاعلیٰ مودودی سے ایک اقتباس)

اس شمارے میں

☆ الہدیٰ اور فرمان نبویؐ 2
☆ امیر تنظیم کا خطابِ جمعہ 3
☆ مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ 5
☆ گوشہ خلافت 7
☆ مقامِ عبرت 8
☆ نامے میرے نام 10
☆ کاروانِ خلافت منزل بہ منزل 11
☆ افہام و تفہیم 12
☆ متفرقات ✪

نائب مدیر :
فرقان دانش خان

معاونین :
☆ مرزا ایوب بیگ
☆ مرزا ندیم بیگ
☆ نعیم اختر عدنان
☆ سردار اعوان

نگران طباعت :
☆ شیخ رحیم الدین

پبلشر : محمد سعید اسعد
طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت : 36۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 3-5869501 فیکس : 5834000
سالانہ زر تعاون ۔/175 روپے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الھدیٰ

سورۂ فاتحہ (۶)

﴿ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝ ﴾

"ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کریں گے اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں اور چاہیں گے"۔

عبادت کا سب سے پہلا تقاضا اطاعت ہے۔ اگر یہ نہیں ہے تو عبادت کی اساس ہی منہدم ہو جاتی ہے۔ اطاعت اگر کلی نہ ہو بلکہ جزوی ہو' تب بھی عبادت کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ کسی غلام کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اپنے آقا کے ایک حکم کو مانے اور ایک کو نہ مانے۔ غلام نے اگر آقا کے ایک حکم سے بھی سرتابی کی تو وہ مقام بندگی سے تجاوز کر گیا۔ لہٰذا ہر آن اور ہر لحظہ تمام احکام خداوندی کی اطاعت لازم ہے اور زندگی کا کوئی گوشہ بندگی سے خارج یا مستثنیٰ نہیں رہے گا۔ اسی لئے واشگاف الفاظ میں فرمایا گیا:

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً ﴾

"اے اہل ایمان (اطاعت اور) فرمانبرداری میں پورے پورے داخل ہو جاؤ"۔

گویا جزوی اطاعت مطلوب نہیں کہ اللہ کے کچھ احکام پر سر تسلیم خم ہو اور کچھ سے انحراف کیا جائے۔ یہ اللہ کو ناراض کرنے والی بات ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۵ میں اس طرزِ عمل پر بڑی سخت وعید آئی ہے:

﴿ "اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَتَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ یَّفۡعَلُ ذٰلِکَ مِنۡکُمۡ اِلَّا خِزۡیٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یُرَدُّوۡنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الۡعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ ﴾

"کیا تم ہماری کتاب (اور شریعت) کے بعض حصوں کو مانتے ہو اور کچھ حصوں کو نہیں مانتے؟ تو جو کوئی اس جرم کا ارتکاب کرے گا اس کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہیں دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار کر دیا جائے اور قیامت کے دن شدید ترین عذاب میں جھونک دیا جائے۔ اور اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے کہ جو تم کرتے ہو"۔

جزوی اطاعت پر اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کا یہ عالم ہے' وجہ صاف ظاہر ہے کہ انسانیت کا مقصد تخلیق اللہ کی بندگی و اطاعت ہے اور اگر یہ مقصد پورا نہ ہو اور محض جزوی بلکہ من پسند اطاعت کی جائے اور اللہ کے بعض احکام کو مستقلاً نظر انداز کیا جائے تو اللہ غضبناک ہوتا ہے۔ سابق امتوں پر بھی اللہ کا غضب اسی لئے بھڑکا تھا کہ انہوں نے جزوی اطاعت کی روش کو اختیار کر رکھا تھا اور آج بھی امت مسلمہ جن حالات سے دوچار ہے اس کی اصل وجہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جزوی اطاعت کو اختیار کرنا ہے۔ اس لئے کہ جزوی اطاعت حقیقت کے اعتبار سے استہزاء اور تمسخر ہے۔ اس آیت کے آخر میں فرمایا: "اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کر رہے ہو"۔ بلکہ وہ تو العلیم' البصیر' اللطیف اور الخبیر ہے اور تمہارا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

فرمان نبویؐ

تلاوت قرآن' افضل ذکر

عَنۡ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَۃُ الۡقُرۡاٰنِ فِی الصَّلٰوۃِ اَفۡضَلُ مِنۡ قِرَاءَۃِ الۡقُرۡاٰنِ فِیۡ غَیۡرِ الصَّلٰوۃِ وَقِرَاءَۃُ الۡقُرۡاٰنِ فِیۡ غَیۡرِ الصَّلٰوۃِ اَفۡضَلُ مِنَ التَّسۡبِیۡحِ وَالتَّکۡبِیۡرِ وَالتَّسۡبِیۡحُ اَفۡضَلُ مِنَ الصَّدَقَۃِ وَالصَّدَقَۃُ اَفۡضَلُ مِنَ الصَّوۡمِ وَالصَّوۡمُ جُنَّۃٌ مِّنَ النَّارِ

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: "نماز میں قرآن مجید کا پڑھنا زیادہ افضل ہے نماز کے علاوہ پڑھنے سے' اور قرآن مجید کا نماز کے علاوہ پڑھنا زیادہ افضل ہے تسبیح و تکبیر (یعنی ذکر و اذکار) سے' اور (اللہ کی) تسبیح زیادہ افضل ہے (اللہ کی راہ میں) صدقہ و خیرات سے' اور خیرات کرنا زیادہ افضل ہے نفلی روزہ سے اور روزہ جہنم کے آگے ڈھال بن جائے گا"۔

اس فرمان میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کو حفظ کر کے نماز کی حالت میں پڑھنے کی عظمت و فضیلت اور اہمیت اجاگر کی ہے تاکہ لوگ باقی چیزوں سے زیادہ اس کی طرف توجہ کریں۔ ذرا اندازہ لگایئے کہ نفلی روزہ سے افضل ہے صدقہ اور صدقہ سے افضل ہے اللہ کا ذکر اور اللہ تعالیٰ کے ذکر یعنی تسبیح و تحمید سے افضل کلام اللہ کے کلام کو پڑھنا اور قرآن مجید کو پڑھنے کی بھی افضل صورت ہے نماز کی حالت میں قرآن مجید پڑھنا۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے انسان میں ایمان پیدا کرنے اور اسے زندگی کی سیدھی راہ دکھانے کے لئے نازل کیا ہے اور یہ ایمان تبھی تازہ رہتا ہے جب انسان قرآن مجید کو بار بار پڑھتا رہے اور رہنمائی بھی تبھی سامنے رہتی ہے جب ذہن میں اس کی آیاتِ مبارکہ تازہ رہیں اور یہی مطلوب ہے قرآن مجید کو یاد کر کے سنن اور نوافل میں پڑھنے سے۔ اور اس کے لئے خاص وقت تہجد کا ہے۔ اس وقت انسان پوری یکسوئی سے اللہ کے سامنے کھڑا ہو اور قرآن مجید کی تلاوت سے اس سے ہم کلامی کا حظ لے رہا ہو تو کتنا ایمان پیدا ہوگا اور کتنی اللہ کی یاد تازہ ہو گی۔ اسی لئے اس فرمان رسول اللہ ﷺ میں اس کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے۔ اسی ضمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ میں ایک اثر منقول ہے۔

عن علی انہ قال لا خیر فی قراءۃ لیس فیھا تدبر

"قرآن کی ایسی قراءت میں کوئی بھلائی نہیں ہے جس میں غور و فکر شامل نہ ہو"۔

ظاہر ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ہدایت کے لئے نازل کیا ہے اور اگر اسے سمجھا ہی نہیں جائے گا تو ہدایت کہاں سے ملے گی اور وہ بھلائی کیسے حاصل ہوگی جو اس کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ رسول اللہؐ کے دور میں اللہ تعالیٰ کا ذکر و اذکار اور قرآن مجید کی تلاوت بغیر سوچے سمجھے پڑھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ذکر و تلاوت کا اصل فائدہ تبھی حاصل ہوتا ہے جب سمجھ کر اور شعوری طور پر یہ کام کیا جائے۔ جو شخص بغیر سوچے سمجھے قرآن مجید پڑھ رہا ہو وہ اس ہدایت سے محروم رہے گا جس کے حصول کیلئے قرآن نازل کیا گیا ہے۔

عربوں کے بعد دوسرے مجرم پاکستانی ہیں

یہودیوں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے گنبد صخرا اور یروشلم کے مسئلے پر بڑی جنگ چھڑ سکتی ہے

قرآن کی دعوت کا کام ایسے باہمت لوگ ہی کرسکتے ہیں جو اپنے سینوں کو دنیاوی امنگوں سے خالی کردیں

مسجد دارالسلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۹/۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورۃ السجدہ کی آیات ۲۱ تا ۳۰ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اس دنیا میں عذابِ الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ جب کسی قوم پر غفلت طاری ہوتی ہے تو اللہ پہلے چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجتا ہے تاکہ لوگ ہوش میں آجائیں۔ لیکن اگر اس کے باوجود وہ قوم ٹس سے مس نہ ہو' اور شرک و کفر پر مصر رہے تو پھر بڑا عذاب آتا ہے' جسے عذاب استیصال یا عذاب اکبر کہا جاتا ہے۔ سورہ سجدہ کی آیت نمبر ۲۱ میں اسی بات کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

"ہم انہیں لازماً مزہ چکھائیں گے بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب تاکہ یہ (اپنے گناہوں سے) پھر آئیں۔"

اسی قانون عذاب الٰہی کا سورۂ روم کی آیت ۴۱ میں بھی تذکرہ ہے۔ فرمانِ ربانی ہے:

"فساد برپا ہوگیا خشکی اور تری میں بسبب اس کے (ان گناہوں کے) جو کمائے ہیں لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے' تاکہ وہ (ان برے کاموں سے) باز آجائیں۔"

یعنی انسانوں پر اجتماعی حیثیت میں جو بھی مصیبت آتی ہے وہ بسا اوقات ان کے برے اعمال (اللہ کی نافرمانی) کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس پہلو سے غور کریں تو صاف نظر آتا ہے اللہ کے خلاف جتنی بغاوت آج ہے اتنی پہلے کبھی نہ تھی۔ آج پوری نوع انسانی حاکمیت کی مدعی بن گئی ہے جیسا کبھی فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا یہاں تک کہ اللہ کی نام لیوا اور اللہ کے آخری رسولؐ اور قرآن کو ماننے والی امت بھی اسی سرکشی کے راستے پر چل نکلی ہے۔ لہٰذا میرے نزدیک امت مسلمہ پر آج جو افتاد آئی ہوئی ہے وہ سورۂ روم کی اسی آیت کے مصداق ہے۔

امت مسلمہ ۱۵۰ کروڑ افراد پر مشتمل ہے۔ جن میں تقریباً ۲۵ کروڑ عرب ہیں اور ۱۴ کروڑ ہم پاکستانی مسلمان ہیں جبکہ تقریباً سو کروڑ مسلمان دنیا کے دوسرے خطوں میں آباد ہیں۔ باعتبار فضیلت امت مسلمہ کے دو اہم حصے ہیں۔ افضل ترین حصہ عرب قوم پر مشتمل ہے۔ ان کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا۔ حضور اکرم ﷺ ان میں سے مبعوث ہوئے۔ یہ ایک تسلیم شدہ اصول ہے کہ جن کی فضیلت زیادہ ہوتی ہے ان کی ذمہ داری بھی زیادہ ہوتی ہے۔ عربوں نے من حیث القوم جب اپنی ذمہ داری سے اعراض کیا اور اللہ کے دین سے بے وفائی کا معاملہ کیا تو وہ مختلف مواقع پر اللہ کے غضب کا شکار ہوئے۔

عربوں پر اس سے قبل نازل ہونے والے عذاب ادنیٰ کے کئی لینڈ مارکس ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے قیام کا خنجر ان کے سینے میں پیوست ہوا۔ ۶۷ء کی جنگ میں اسرائیل کے ہاتھوں مصر' شام اور اردن کو بدترین ذلت آمیز شکست ہوئی۔ ۹۱-۱۹۹۰ء میں خلیج کی جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں عربوں کو اسرائیل کے سامنے سر جھکانا پڑا لیکن عربوں نے اپنی حالت کو درست نہ کیا۔ انہوں نے اسلام سے بے وفائی کی روش اختیار رکھی اور کہیں اسلام قائم نہیں کیا۔ لہٰذا سب سے بڑے مجرم وہ ہیں۔ مشرق وسطیٰ کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں پر عذاب اکبر آیا چاہتا ہے کیونکہ فلسطین اسرائیل تنازعہ اب وسعت پذیر ہو کر عرب اسرائیل مسئلے کی صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔ اگرچہ شام اور عراق کے سوا اکثر عرب ممالک کے حکمرانوں نے اس معاملے میں زیادہ سخت موقف اختیار نہیں کیا لیکن اس مسئلے کے اب پر امن حل کے تمام امکانات تقریباً ختم ہوگئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گنبد صخرا اور یروشلم کے معاملے میں عالم عرب کے عوام ایک موقف رکھتے ہیں اور ان کے جذبات نہایت شدید ہیں۔ دوسری طرف یہودی گنبد صخرا سے دستبردار ہونے کے لئے قطعاً آمادہ نہیں۔ لہٰذا اس مسئلے پر بہت بڑی جنگ چھڑنے کا اندیشہ ہے۔ اس جنگ میں عیسائی' یہودیوں کا ساتھ دیں گے کیونکہ حدیث میں ہے کہ ایک وقت آئے گا جب عیسائی اسی (۸۰) علم لے کر عالم عرب پر حملہ آور ہوں گے اور ہر علم کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہوگا۔ نیٹو میں اسوقت تک ساٹھ ممالک تو شامل ہوچکے ہیں کوئی بعید نہیں کہ عربوں پر دین اسلام سے بے وفائی کرنے کی پاداش بہت جلد میں اسی طرح کا "ہالوکاسٹ" آجائے جیسا اس صدی کے وسط میں یہودیوں پر آیا تھا۔

دوسرے نمبر پر امت مسلمہ میں پاکستانی قوم کو فضیلت حاصل ہے۔ اللہ نے خاص اپنی مشیت سے معجزانہ طور پر ہمیں پاکستان عطا فرمایا۔ یہ دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوا۔ چار سو برس سے مجددین اور رجال عظیم اسی خطے یعنی ہندوستان میں پیدا ہوئے' پاکستان گویا انہی کی دعوتی مساعی کا خلاصہ ہے۔ لیکن ہم نے اللہ سے وعدہ خلافی کی اور اس کے دین سے بے وفائی کی۔ جس کے نتیجے میں اللہ کے عذاب کا ایک کوڑا ۱۹۷۱ء میں سقوط مشرقی پاکستان کی صورت میں ہم پر برس چکا ہے اور کوئی سخت تر عذاب ہم پر مسلط ہوسکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ کا فضل ہماری دستگیری فرمادے۔ لیکن میرا تجزیہ یہ ہے کہ اگر یہاں اسلام نہ آیا تو (خاکم بدہن) پاکستان کا وجود باقی نہیں رہے گا۔ کچھ عرصے سے امریکہ سے بھی ایسی ہی پیشین گوئیاں آرہی ہیں کہ ۲۰۲۰ء تک پاکستان کا خاتمہ یقینی ہے' لیکن ہوسکتا ہے کہ یہ پاکستان کے خلاف ایک نفسیاتی جنگ ہو' تاکہ ہماری قوت ارادی کچلی جائے۔ لیکن میں جو یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اس کی پشت پر تاریخی شواہد موجود ہیں۔ کیونکہ ہندوستان اور پھر پاکستان میں رجوع الی القرآن کی تحریک جس زور و شور سے شروع ہوئی اس کی مثال پوری دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اس تحریک کا تاریخی جائزہ لیں تو ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ ہندوستان

میں مسلمانوں کا قرآن سے تعلق ختم ہو چکا تھا۔ لگ بھگ ۳۰۰ برس پہلے شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے بڑے زور و شور سے یہاں کے لوگوں کو قرآن کی طرف بلایا۔ اولاً انہوں نے قرآن کا فارسی ترجمہ کیا۔ پھر ان کے صاحبزادوں نے مختلف اسالیب میں قرآن کے اردو تراجم کئے۔ اس کے بعد جب یہاں انگریز آیا تو سرسید احمد خان نے جو بلاشبہ ایک مخلص اور قوم پرست مسلمان تھے 'مغربی اثرات کے تحت قرآن کی غلط تعبیر پیش کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء نے اس کے رد میں قرآن کی صحیح تصویر پیش کرنا شروع کر دی۔

اس طرح قرآن کی تعبیر و تشریح کے حوالے سے دو انتہائیں وجود میں آ گئیں۔ ایک انتہا کے نمائندوں میں سرسید احمد خان' لاہوری گروپ' غلام احمد پرویز اور چکڑالوی کے نام قابل ذکر ہیں۔ لیکن یہ گروپ وہ ہے جو راہ حق سے بھٹک گیا تھا جبکہ دوسری طرف ہمیں شیخ الہندؒ' اشرف علی تھانویؒ' اہلحدیث اور بریلوی مکاتب فکر کی تفاسیر ملتی ہیں جو (راسخ العقیدہ) ORTHODOX اسلام کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان ایک اور شاخ پیدا ہوئی جو معتدل انداز فکر کی حامل تھی۔ اس درمیانی شاخ کے تین حصے ہیں۔ پہلا مکتبہ فکر علامہ اقبال کا ہے جسے ڈاکٹر رفیع الدین نے آگے بڑھایا۔ دوسرا حصہ قرآن کے پیش کردہ انقلابی و حرکی تصور پر مشتمل ہے جسے مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا مودودی نے آگے بڑھایا۔ تیسرے مکتبہ فکر نے قرآن کے نظم کے حوالے سے تدبر کی نئی راہیں دریافت کیں۔ اس مکتبہ فکر کے نمائندہ مولانا حمید الدین فراہی اور مولانا امین احسن اصلاحی ہیں۔ سرسید احمد کے مکتبہ فکر کے علاوہ باقی چاروں مکاتب فکر کی لڑیاں پاکستان میں تحریک رجوع الی القرآن کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔ پاکستان میں رجوع الی القرآن کی جو دعوت چلی پوری دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ عوامی دروس قرآن کا جو خواب شیخ الہند نے دیکھا تھا اسے اسی تحریک کے نتیجے میں قائم ہونے والی مرکزی انجمن خدام القرآن نے پورا کیا۔ پورے ملک میں دوران نماز تراویح دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام' قرآن اکیڈمیوں کا قیام' تعلیم یافتہ حضرات کے لئے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس اسی تحریک کا نتیجہ ہیں۔ آج پاکستان میں بے شمار ادارے اپنے اپنے طور پر فہم قرآن اور عربی گرامر کے کورسز منعقد کروا رہے ہیں۔ چنانچہ میری رائے میں اگر ہم نے اس سب کے باوجود اللہ کی آیات سے اعراض کیا اور توبہ و اصلاح نہ کی تو اللہ کا سخت تر عذاب نازل ہو سکتا ہے۔ اسی لئے کہ عربوں کے بعد پوری امت میں فضیلت کے اعتبار سے دوسرا نمبر ہمارا ہے۔ اسی بات کا سورۂ سجدہ کی آیت نمبر ۲۲ میں تذکرہ موجود ہے۔

"اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جس کو اس کے مالک کی آیات کے حوالے سے نصیحت کی جائے پھر بھی وہ ان سے اعراض کرے تو ہم یقیناً ایسے مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے۔"

اگلی آیت میں بنی اسرائیل کے حوالے سے اللہ کی کتاب اور اس کے سچے حاملین کا تذکرہ ہے۔ فرمایا :

"اور ہم نے ہی موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب (تورات) دی تھی' جس کے ہماری طرف سے نازل ہونے کے بارے میں کوئی شک نہیں۔ اس کتاب کو ہم نے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا تھا اور ہم نے اس قوم میں سے کچھ لوگوں کو امام ہدایت بنایا جو لوگوں کو ہمارے حکم سے راہ ہدایت دکھاتے تھے (اور جب انہیں اس راہ میں کوئی اذیت پہنچائی جاتی تو) وہ صبر کرتے تھے اور ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے۔ بے شک تیرا پروردگار قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف رکھتے تھے۔"
(آیات : ۲۳ تا ۲۵)

موسیٰ علیہ السلام کی کتاب صرف بنی اسرائیل کے لئے ہدایت تھی جبکہ قرآن هُدًى لِلنَّاسِ ہے۔ یہاں گویا امت مسلمہ کو جوش دلانے کے لئے بتایا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے تورات سے اپنے سینوں کو آباد کیا اور لوگوں کو اس کتاب کی تعلیم دی۔ لہٰذا امت مسلمہ میں بھی ایسے لوگ قابل ذکر تعداد میں ہونے چاہئیں جو اس ہدایت کے علمبردار بن کر کھڑے ہوں۔ البتہ اس کام کے لئے انہیں اپنے سینوں کو دنیوی امنگوں سے خالی کرنا پڑے گا' اپنے دنیوی کیریئر قربان کرنا ہوں گے اور صبر کی روش اختیار کرنا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں دراصل ایسے ہی لوگوں کی مدح فرما رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو حضور ﷺ نے بھی ان الفاظ میں مبارکباد دی ہے۔

((خیرکم من تعلم القرآن وعلمه))

الحمدللہ کہ میں نے اللہ کی تائید و توفیق سے اپنی زندگی کے پینتیس سال اسی کام میں لگائے جس کے نتیجے میں اچھی خاصی تعداد میں ایسے نوجوان تیار ہو چکے ہیں جنہوں نے اپنے کیریئر تج دیئے اور صرف اسی کام کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔

اگلی آیات میں ایسی قوموں کا بطور نصیحت ذکر ہے جنہوں نے اللہ کی آیات سے اعراض کیا اور اللہ نے ان پر عذاب نازل کر کے ان کی جڑ کاٹ دی۔ فرمایا :

"کیا انہیں اس سے بھی رہنمائی نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کر دی ہیں جن کے گھروں میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ بے شک اس میں بڑی نشانیاں ہیں پھر کیا وہ سنتے بھی نہیں۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف رواں کر کے اس سے کھیتی نکالتے ہیں جس سے ان کے چوپائے اور وہ خود کھاتے ہیں۔ پھر کیا وہ دیکھتے نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ فیصلہ کب ہو گا۔ کہہ دو کہ فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ سو آپ ان سے اعراض کریں اور انتظار کریں کیونکہ وہ بھی انتظار کر رہے ہیں"۔ (آیات ۲۶ تا ۳۰)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے۔
(آمین یا رب العالمین)

(مرتب : فرقان دانش خان)

خبرنامہ اسلامی امارت افغانستان / ضربِ مومن' ۱۳ تا ۱۹/ اکتوبر ۲۰۰۰ء

کابل : حکومتی اہل کاروں کا سیمینار' خلافت راشدہ کی طرز پر سلوک کی ترغیب

کابل میں وزارت داخلہ کی طرف سے صوبائی گورنروں' پولیس افسران اور ضلعی کمشنروں کے لئے ایک تین روزہ تربیتی سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس کا مقصد اعلیٰ حکومتی اہلکاروں میں عوامی خدمت کے شعور کو اجاگر کرنا اور انہیں نظام خلافت راشدہ کی طرز پر سلوک کی ترغیب دلانا ہے۔ امارت اسلامیہ کے رئیس الوزراء کے معاشی امور کے معاون مولوی عبدالکبیر نے کہا کہ دین اسلام اور شریعت مطہرہ تمام حاکموں کو اپنی رعایا کے ساتھ اچھے سلوک' خوش اخلاقی اور اعلیٰ ظرفی کی تربیت دیتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ایک شرعی اصول ہے کہ قوم کا حاکم ہی قوم کا خادم ہوتا ہے۔ امارت اسلامیہ کے حکام کو اپنی زندگیوں کو اسوۂ رسول کے سانچے میں ڈھالنا چاہئے۔ کبر و غرور' سطوت اور نخوت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ لوگوں کی جائز شکایات رفع کرنے کے لئے فوری اقدامات اور لوگوں پر تشدد' ظلم اور ان کے ساتھ بے انصافی سے حتی الوسع اپنا دامن بچانا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ امارت اسلامیہ ہزاروں معصوم طلبہ اور پرہیزگار مجاہدین کے خون سے قائم کی گئی ہے اب اگر کوئی بھی حکومتی اہلکار خیانت' ظلم' غداری و لاپرواہی کا ارتکاب کرے گا تو شہداء کے خون سے بڑی خیانت ہو گی اور اس سے امارت اسلامیہ کی عوامی اور عند اللہ مقبولیت میں کمی آ جائے گی۔ مولوی عبدالکبیر نے کہا کہ امارتی حکام کو تن آسانی' سستی اور کاہلی سے دور رہنا چاہئے اور اپنے ہر عمل میں خدا کی رضا کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے۔ ملا حسن اخوند نے کہا کہ اب اگر کوئی امارتی اہلکار بھی رعایا کے ساتھ ظلم کرے گا تو یہ ایک بار پھر قہر و غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں تشدد کا تصور نہیں ہے۔ اسلام رحم اور عافیت کا دین ہے۔

تجزیہ

مشرف حکومت کا ایک سال (۳)

تجزیہ نگار کے نقطہ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

نج کاری

۱۹۱۷ء میں سرخ انقلاب نے اشتراکی نظام کو سرمایہ دارانہ نظام کے مقابل لا کھڑا کیا۔ بیسویں صدی کا اکثر و بیشتر حصہ دو مخالف بلکہ متصادم نظاموں کے مابین کشمکش میں گزرا۔ لیکن اسی صدی کے آخری عشرے میں جب سویت یونین کا شیرازہ منتشر ہو گیا تو اشتراکی نظام بھی زمین بوس ہو گیا اور اب وہ مسخ شدہ شکل میں صرف چین میں موجود ہے۔ اشتراکی نظام کی ناکامی نے نیم سرمایہ دارانہ نظام رکھنے والے ممالک میں نیشنلائزیشن کے عمل کو نہ صرف روک دیا بلکہ جو صنعتیں اور ادارے پہلے ہی قومیائے جا چکے تھے ان کی نجکاری کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پاکستان میں بھی بھٹو دور میں قومیائے ہوئے اداروں کی نجکاری نواز دور میں شروع ہو چکی تھی لیکن افسوس جس طرح ہماری قومیانے کی پالیسی اندھا دھند اور احمقانہ تھی، اسی طرح جب نجکاری کا عمل شروع ہوا تو اقربا پروری اور لوٹ مار نے معیشت کی کمر توڑ دی اور اس طرح کی مثالیں بھی سامنے آئیں کہ جس قیمت میں کوئی ادارہ فروخت ہوا اس سے زیادہ مالیت کا خام مال اور نقد رقم اس ادارہ میں موجود تھی۔ پھر یہ کہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ خسارے والے ادارے پہلے فروخت کئے جاتے لیکن نفع بخش اداروں کو اونے پونے داموں فروخت کر دیا گیا۔ اب مشرف حکومت کے پاس اس سال میں فروخت کرنے کے لئے کوئی ایسا ادارہ نہ تھا جس میں سرمایہ کار دلچسپی ظاہر کرتے۔ اور حال یہ ہے کہ دسمبر ۲۰۰۰ء میں قسط ادا کرنے کے لئے اگر کہیں سے قرض نہیں ملتا تو حکومت کے پاس کسی اثاثے کو بیچنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں۔ حبیب بنک کے علاوہ ذرائع مواصلات کا ذکر تو نواز دور میں بھی ہوتا رہا لیکن یہ بھی سننے میں آتا رہا کہ فوج ذرائع مواصلات کی نجکاری میں حائل ہے۔ لیکن اب فوجی حکومت میں بھی ان محکمہ جات کی نجکاری کا ذکر بڑے زور و شور سے ہو رہا ہے۔ ہماری رائے میں جس طرح اندھا دھند نیشنلائزیشن ایک نقصان دہ عمل تھا اسی طرح بلا سوچے سمجھے حساس اداروں کی نجکاری ملکی معیشت ہی کے لئے نہیں بلکہ ملکی مفاد کے لئے بھی نقصان دہ ہو گی۔ ہمیں غیر ملکی قرضوں کی ادائیگی کے لئے اور عالمی مالیاتی اداروں کی خوشنودی کے لئے اپنی معیشت اور دفاع کو داؤ پر نہیں لگانا چاہئے۔ حکومت کو ایک سال کے تجربہ میں یہ بات سمجھ جانی چاہئے تھی کہ نجکاری کا عمل بھی ہمیں نادہندگی سے نہیں بچا سکے گا۔

صوبوں اور وفاق کے تعلقات

مشرف نے اقتدار سنبھالتے ہی جس سات نکاتی ایجنڈے کا اعلان کیا تھا اس میں صوبوں اور وفاق کے مابین تعلقات کو بہتر بنانا ایک اہم نکتہ تھا، لیکن اس سلسلہ میں حکومت نے کوئی نظر آنے والی سعی نہیں کی اور نہ ہی تعلقات میں کوئی بہتری پیدا کی ہے۔ ہماری رائے میں پاکستان کے خصوصی حالات میں یہ ممکن ہی نہیں کہ فوجی حکومت کے ہوتے ہوئے صوبوں کے وفاق سے تعلقات بہتر ہوں، اسلئے کہ فوج پنجاب سے منسوب ہے۔ عجیب

مرزا ایوب بیگ

بات ہے کہ اگرچہ فوج کی اکثریت کا تعلق پنجاب سے ہوتا ہے لیکن درجن سے زیادہ پاکستان کے آرمی سربراہوں میں سے صرف آصف نواز جنجوعہ کا تعلق پنجاب سے تھا۔ بہرحال فوج کی ہر کوتاہی پنجاب کے کھاتے میں پڑتی ہے اور تینوں چھوٹے صوبے فوج سے ناراضگی کا اظہار پنجاب کو گالیاں دے کر کرتے ہیں۔ ایوب خان کے دور میں مشرقی پاکستان کی ترقی مثالی تھی۔ پھر یہ کہ ایوب خان پٹھان تھے لیکن ان کے خلاف تحریک میں مشرقی پاکستان سب سے آگے تھا۔ اس وقت بھی پنجاب کو گالی دی جاتی تھی۔ قصہ کوتاہ مشرف حکومت ایک سال میں صوبوں اور وفاق میں تعلقات بہتر کرنے میں بری طرح ناکام رہی۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر سے پسپائی کے باوجود سندھ مرکز تعلقات کشیدہ ہیں۔ بلوچستان مسلسل وسائل کی کمی اور عدم توجہی کا رونا رو رہا ہے۔ سرحد سے بھی بھانت بھانت کی بولیاں سنائی دی جا رہی ہیں اور مرکز سے بیزاری کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

کالا باغ ڈیم

کالا باغ ڈیم کے بارے میں مشرف حکومت نے بڑے زور و شور سے بعض اعلانات کئے تھے لیکن اس معاملے میں بھی حکومت نے بھی واضح پسپائی اختیار کی ہے اور اس نے ایک زبردست کوشش کے بعد بالآخر سندھ قوم پرستوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ حکومت کی ایک بہت بڑی ناکامی ہے۔ حکومت کو اس معاملے میں سیاسی مفادات کی بجائے قومی ضرورت اور مفاد کو مدنظر رکھنا چاہئے تھا۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر سے پہلے جتنی شدت سے اس کی مخالفت ہو رہی ہے اگر اس کی تعمیر شروع ہو جاتی تو مخالفت میں کمی آ جاتی لیکن حکومت نے استقامت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ لہٰذا قومی خزانے سے پیپر ورک پر جو اربوں روپے خرچ ہوئے تھے وہ ضائع ہو گئے۔ کیونکہ صاف محسوس ہو رہا ہے کہ حکومت انتہا پسندوں کے خوف سے کالا باغ ڈیم کا منصوبہ عملاً ترک کر چکی ہے۔

سیاست دانوں سے رابطے

حکومت کے سیاست دانوں کے ساتھ رابطوں سے بھی ابھی تک کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ سیاست دانوں سے رابطے کر کے قومی مفاہمت میں اضافہ کیا جاتا اور عوام کے حقیقی مسائل کو سمجھنے اور انہیں حل کرنے کی کوشش کی جاتی۔ بھارت کے جارحانہ رویئے سے نمٹنے، عالمی مالیاتی ادارے کے دباؤ کا مقابلہ اور دہشت گردی اور امن و امان کے قیام جیسے مسائل جن کے بارے میں قومی سطح پر کوئی اختلاف نہیں ہے، کوئی متفقہ لائحہ عمل تیار کیا جاتا۔ لیکن انفرادی سطح پر سیاسی رابطوں سے سوائے اس کے کچھ حاصل نہ ہو سکا کہ بعض جماعتوں میں اندرونی اختلافات پیدا ہو گئے اور علیحدہ دھڑے بنانے کی نوعیت بھی آ گئی۔

حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ

مشرف حکومت کے اس ایک سال کے دوران بھارت نے فوجی حکومت کو زچ کرنے کے لئے حمود

الرحمٰن کمشن رپورٹ شائع کرادی۔ یہ کام ایسے وقت میں کیاگیاجب اقوام متحدہ کے ملینیم اجلاس کے لئے دنیابھر سے سربراہان مملکت نیویارک میں جمع ہونے کو تھے۔ مقصد پاکستانی حکومت کے امیج کو خراب کرنا تھا۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ نیویارک میں ایک پریس کانفرنس کے دوران جب جنرل پرویز مشرف سے اس رپورٹ کے بارے میں سوال کیاگیاتوانہوں نے جواب دیاکہ ہمیں اس سانحہ کو بھول جاناچاہئے' جو ہواسو ہوا' اب اسے دہرانے کاکیافائدہ۔ انہوں نے مزید کہاکہ تاریخ میں رہنے اور ماضی سے وابستہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے ہاں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ جب قومی سطح پر کوئی بڑا واقعہ یا حادثہ رونما ہوتا ہے تو عوام کے جذبات بڑے شدید ہوتے ہیں۔ پرنٹ میڈیانے اس حوالے سے آسمان سرپر اٹھایا ہوتا ہے۔ ہرچھوٹی بڑی سیاسی اور مذہبی جماعت اور ان کے لیڈرانِ کرام اس حوالے سے گرم گرم بیان جاری کررہے ہوتے ہیں' حکومت خطرے کی بو سونگھ کراس واقعے کے حوالے سے ایک کمشن قائم کر دیتی ہے۔ یہ اعلان ہوجاتا ہے کہ کمشن کی رپورٹ سے دودھ کادودھ اور پانی کاپانی ہوجائے گا' لیکن تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ہمارے ملک میں کمشن صرف وقتی جذبے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے قائم کئے جاتے ہیں' ان کی رپورٹس کو لائبریری میں سجاکر رکھ دیاجاتاہے۔ یہی معاملہ حمودالرحمٰن کمشن کی رپورٹ سے ہوا۔

سقوطِ ڈھاکہ کاالمیہ پاکستان ہی کی نہیں اسلامی تاریخ کے بدترین سانحات میں سے تھا۔ اگر اس رپورٹ کی اشاعت سے اس سانحہ کے اسباب وعلل سامنے آجاتے' اور تاریخ کی بدترین شکست کے ذمہ داران حضرات کو عبرتناک سزادی جاتی' دوستوں اور دشمنوں نے جو کردار اداکیاوہ بھی واضح ہوجاتاتوہم ماضی کے تلخ تجربات سے شاید سبق سیکھنے کی کوشش کرتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ماضی کی ہر حکومت نے فوج کی ناراضگی سے بچنے کے لئے اس کی اشاعت سے گریز کیا' حالانکہ اگر عوام کے سامنے وہ تمام حالات صاف صاف بیان کردیئے جاتے جن سے مجبور ہوکر فوج کے پاس ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھاتو اس سے فوج کے امیج میں کچھ بہتری آجاتی۔ عوام تو یہ جانتے ہیں کہ ہماری فوج نے ہتھیار ڈالے جو کسی بھی فوج کے لئے انتہائی ذلت آمیزاور رسواکن عمل ہے' اس میں مزید اور کیا اضافہ ہو سکتا تھا۔ لیکن ان حالات کا جائزہ لے کر جن میں فوج ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوئی اور ان بہروپیوں کا جو خود کو سیاست دان کہتے ہیں' رول دیکھ کر عوام شاید اپنے فیصلے پر نظرثانی کرتے اور ان کی نفرت کارخ دوسری طرف مڑ جاتا یا اس میں کوئی کمی واقع ہو جاتی۔ مشرف حکومت بھی اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہی کہ حقائق دبانے سے یا مٹی ڈال دینے سے دب نہیں جایا کرتے بلکہ اس طرح افواہ سازی کی صنعت کو فروغ ملتا ہے اور کئی انہونے اور جھوٹے واقعات گھڑ لیے جاتے ہیں جو کسی معاملہ کی بدصورتی میں مزید اضافہ کردیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس معاملہ میں جنرل پرویز مشرف کاقوم کو یہ مشورہ کہ مشرقی پاکستان کو اور ۱۹۷۱ء کے المیہ کو بھول جائیں' قطعی طور پر دانشمندانہ اور حکیمانہ مشورہ نہیں تھا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سانحہ سے سبق حاصل کیاجائے' ان کوتاہیوں اور غلطیوں سے بچاجاسکے جو اس وقت ہم نے اور ہماری قیادت نے کیں۔ اگرچہ بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا' ہم وقتی طور پر رودھوکر حال مست اور مال مست ہوگئے' لیکن اگر یہ زخم مکمل طور پر مندمل ہوگیا اور اس سے خون رسنا بھی بند ہوگیاتو یہ امید بالکل ہی دم توڑدے گی کہ کبھی ہماری توجہ اس طرف مبذول ہوجائے کہ ہم ماضی کی غلطیوں سے سبق حاصل کرکے مستقبل کو سنوارنے کی کوشش کریں۔ اگر اندراگاندھی ہزار سال کی تاریخ کو نہیں بھولی تھی تو ہم صرف ربع صدی گزرنے پر کیوں اور کیسے بھول جائیں۔

احتساب

حکومت پر احتساب کے حوالے سے بھی بہت تنقید ہو رہی ہے کہ اس نے سیاست دانوں کی بددیانتی کاشور تو بہت مچایااور احتساب احتساب کی پکار تو بہت ڈالی لیکن عملاً احتساب کی رفتار انتہائی سست ہے۔ اور اس میں یک طرفہ پن نظرآتاہے اور وہ اتنا شفاف نہیں ہے جتنا ہوناچاہئے۔ اور حکومت ایک سال میں کسی قابل ذکر سیاست دان کو لٹکانے میں ناکام رہی۔ راقم کی رائے میں احتساب کے حوالے سے حکومت کی یک سالہ کارکردگی بہت شاندار نہ سہی لیکن اطمینان بخش ضرور ہے۔ بہت سے اراکین اسمبلی کی بدعنوانی کے حوالے سے احتساب عدالتیں فیصلے سنا چکی ہیں اور اب وہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ حقیقت میں عوام خصوصاً چھوٹی سیاسی جماعتیں بابو اور بی بی کی کرپشن کے حوالے سے کوئی نتیجہ خیز کارروائی چاہتے ہیں۔ درحقیقت ان دونوں کی بدترین کرپشن کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے لیکن وہ اتنے نادان نہیں تھے کہ یہ سب کچھ کرتے بھی اور اس کے نشان بھی چھوڑ جاتے۔ راقم کی رائے میں حکومت ان دو جماعتوں کے ساتھ احتساب کے حوالے سے کوئی امتیازی سلوک بھی نہیں کر رہی۔ فیصلے عوام کے جذبات کو نہیں حقائق اور قانون کو سامنے رکھ کر کرنے پڑتے ہیں۔ ان دونوں جماعتوں نے کرپشن کی ہے اور قومی خزانے کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے تو اس کا سراغ کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے گا اور وہ اپنے کئے کی سزا ضرور پائیں گے۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ احتساب عدالتوں سے جتنی بھی سزائیں ایک سال میں کرپٹ اور اعلیٰ سطح کے بیوروکریٹس کو ملی ہیں وہ گزشتہ تمام عرصے میں نہیں ملیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ان دو جماعتوں کے لیڈران خصوصاً نواز شریف اور بے نظیر کی کرپشن کا فیصلہ اس طرح ہو کہ دنیا کو اس میں انصاف ہوتا نظر آئے اور وہ فیصلے پر انگلی نہ اٹھا سکیں۔ بہرحال اس ایک سال میں احتساب کے عمل کو جس طرح آگے بڑھایا گیا ہے یہ قابل تحسین ہے' البتہ اس میں مزید بہتری اور تیزی کی گنجائش ہے۔

خارجہ پالیسی :

ہم نے مشرف حکومت کی کارکردگی کا جائزہ ایک اہم ترین مسئلے معیشت کے زوال سے شروع کیا تھا اور اس کا اختتام مشرف حکومت کی خارجہ پالیسی سے کر رہے ہیں جو کسی طرح بھی کم اہم نہیں۔ جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کا تختہ الٹ کر ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو اقتدار سنبھالا تو حالات ان کے لئے انتہائی دگرگوں تھے۔ امریکہ جو کم از کم ہمارے حکمرانوں کا آقا اور مولا ہے چنانچہ نواز حکومت امریکہ کی دی ہوئی لائن پر بڑی فرمانبرداری اور خلوص سے عمل درآمد کر رہی تھی۔ امریکہ چند روز پہلے کسی ماورائے آئین تبدیلی کے بارے میں واضح انتباہ کرچکا تھا۔ ماضی میں جب بھی فوج نے اقتدار سنبھالا اسے امریکی اشیرباد پوری طرح حاصل تھی۔ لیکن اس وقت امریکہ کو نواز حکومت کی بڑی ضرورت تھی۔ وہ ستمبر ۱۹۹۹ء میں سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کی واضح یقین دہانی حاصل کرچکا تھا۔ ایف ۱۶ کی ڈیلوری کا معاملہ بھی امریکی خواہش کے مطابق حل کردیاگیا تھا۔ چین کا محاصرہ کرنے کے لئے پاک بھارت دوستانہ تعلقات کی امریکی خواہش پر بھی خوش دلی سے عملدرآمد ہو رہا تھا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے واجپائی بس پکڑ کر لاہور یاترا بھی کرچکا تھا' یعنی معاملات عین امریکی خواہشات اور مفادات کے مطابق چل رہے تھے لیکن نواز حکومت کا تختہ الٹنے سے تمام امریکی منصوبے تلپٹ ہوگئے۔ اس پس منظر میں ظاہر ہے کہ مشرف کو امریکہ کا براہ راست ٹارگٹ بنناتھا' پھر یہ کہ امریکہ اور یورپ میں جمہوری نظام کو جو حیثیت حاصل ہوچکی ہے اس کے پس منظر میں وہاں کے بھی فوجی حکومتوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مسلمان ممالک میں بھی پاکستان سیاسی عدم استحکام اور ہر تیسرے دن کے مارشل لاء کی وجہ سے اپنی وقعت کھوچکا تھا۔ لہٰذا مشرف حکومت کا دنیا میں اچھوت بن جانا عین توقع کے مطابق تھا۔ مشرف نے کتے ہاتھ میں لے کر کہا یہ میری فارن پالیسی ہے۔ یہ مغرب کو خوش کرنے کی ایک اوچھی کوشش تھی' پھر امریکی ٹیم اور این جی اوز سے تعلق

(باقی صفحہ ۹ پر)

نظامِ خلافت، عوامی مسائل کا حل

گزشتہ دنوں خوراک کا عالمی دن منایا گیا۔ ملک بھر میں سیمینار منعقد ہوئے اور بھوک کے خاتمے اور خوراک کی فراہمی کے لئے ہونے والی تمام تقریبات کا اختتام انواع و اقسام کے کھانوں سے ہوا۔ بھوک پاکستان کا ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر ترقی پذیر ملک کے مسئلہ ہے اور بعض غریب ممالک میں انسان جانوروں سے بھی بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اور دنیا کے ڈیڑھ ارب افراد اپنی کل آمدنی کا ۸۰ فیصد خوراک کے لئے خرچ کر رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غریب لوگ جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنا کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں' قومی ادارہ صحت کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ۳ کروڑ افراد مناسب خوراک سے محروم ہیں اور اس کی وجہ سے ۴۶ فیصد افراد کم خوراکی کے باعث پستہ قد اور ۱۵ فیصد کا وزن کم ہے' اقوام متحدہ کے ترقیاتی ادارے کی سالانہ رپورٹ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے مطابق پاکستان میں ۵ سال سے کم عمر کے ۸ فیصد بچے کم وزنی کا شکار ہیں ورلڈ فوڈ پروگرام کی رپورٹ کے مطابق آئندہ پانچ سالوں میں پاکستان میں بچوں اور بڑوں میں غذائی کمی خوفناک حد تک بڑھ جائے گی۔

پاکستان میں غربت' بیروزگاری اور کم آمدنی کی شرح میں جو اضافہ ۹۰ کی دہائی میں ہوا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۸۹ء میں غربت کی نچلی سطح پر زندگی گزارنے والے افراد کی شرح ۱۶.۳ فیصد تھی اور اب یہ شرح بڑھ کر ۳۳ فیصد ہو گئی ہے اور اس میں تیزی سے اضافہ جاری ہے۔

بھوک کے خاتمے کے لئے پاکستانی حکومت بھی بہت دعوے کر رہی ہے اور اس نے غربت مکاؤ پروگرام کے لئے ۳۰ کروڑ ڈالر کی خطیر رقم رکھی ہے۔ مگر غربت کا گراف تنزلی کی بجائے بلندی کی جانب تیزی سے گامزن ہے اور اس کی وجہ سے ملک پاکستان اور پوری دنیا میں رائج ظالمانہ اور غیر منصفانہ نظام ہے۔ جس میں حکمران غریبوں کی ہڈیوں اور اینٹوں اور خون کو گارے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ اور عوام کی ابتر حالت کے باوجود ان کے اللے تللے جاری ہیں اور پاکستان کو آج تک ایسا حکمران نصیب نہیں ہو سکا جو عوام کے دکھ درد کو اپنا سمجھے بلکہ اس کے برعکس عوام سے محبت اور ہمدردی کے بلند و بانگ دعوے کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں مگر اپنی مراعات عیاشیوں اور بدمعاشیوں کو کوئی چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔

ہمارے حکمران طبقے کو حضور نبی کریم ﷺ ان کے خلفاء راشدین کے اعمال و اخلاق اور ان کی قربانیوں کو نہ صرف دیکھنا چاہئے بلکہ اسے اختیار کر کے اپنے آپ کو ان کے پیرو ثابت کرنا چاہئے۔ جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ

مرزا ندیم بیگ

خلافت میں ایک مرتبہ گھی بہت مہنگا ہو گیا اور غریب آدمی کی پہنچ سے دور ہو گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باوجود استطاعت کے گھی کھانا ترک کر دیا اور کہا کہ عمرؓ اس وقت تک گھی استعمال نہیں کرے گا جب تک اسے ہر عام آدمی استعمال نہیں کرے گا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کی اہلیہ نے بیت المال کے مشاہرہ سے بچت کر کے میٹھا پکالیا ہے تو آپ نے اپنے مشاہرہ سے اس میٹھے کی قیمت منہا کر کے نیا مشاہرہ مقرر کرلیا۔

پاکستانی حکمرانوں کی عیاشیوں کے نتیجے میں عوام خودکشیاں کرنے پر مجبور ہے اور جس طرح سے پاکستان میں ایک شخص نے وزیراعظم کے نام نہاد کھلی کچہری میں اپنے آپ کو بھوک سے تنگ آکر نذرِ آتش کر لیا تھا اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور یہ صورتحال انتہائی تشویشناک ہے اس صورتحال میں جہاں حکومت اپنا کردار ادا کرے وہاں ضروری ہے کہ معاشرے کے کھاتے پیتے لوگ بھی اپنے دسترخوان کو اپنے تک محدود نہ رکھیں بلکہ اس کا دائرہ وسیع کر کے اپنے ان بھائیوں کو شامل کریں جو بھوک اور افلاس کے ہاتھوں زندگی سے بیزار ہیں اور اگر یہ بیزاری حد سے بڑھ گئی تو اس کا لازمی نتیجہ خونی انقلاب ہوگا جس کا شکار صرف ظالم حکمران ہی نہیں بلکہ معاشرے کے کھاتے پیتے لوگ بھی بنیں گے اور حکومتیں بھی سمجھ لیں کہ غربت اور کم خوراکی کے دن منانے سے یہ مصیبتیں ٹلیں گی نہیں۔ ان مصیبتوں سے نجات کے لئے اللہ کے عطا کردہ "نظامِ خلافت" کو نافذ کرنا ضروری ہے' جس کے نفاذ کی صورت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے زمین و آسمان سے خزانوں کے منہ کھول دینے کی نوید ہے۔

پاکستان آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی شرائط ماننے سے انکار کردے

میری اپنی رائے یہ ہے کہ پاکستان آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی سیاسی شرائط ماننے سے انکار کردے اور ڈٹ جائے' کیونکہ انہوں نے معاشی شرائط پوری کر دی ہیں اور معاشی شرائط پوری کرنے سے پاکستان کی معیشت بقول وزیر خزانہ خراب نہیں ہوئی بلکہ کچھ بہتر ہوئی ہے۔ تو یوں سمجھیں کہ پاکستان کی معیشت کے زوال کی رفتار کم ہو گئی ہے۔ یہ بھی ایک طرح کی ترقی ہے۔ لہٰذا ان کی سیاسی شرائط ماننے کا کوئی جواز نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر پاکستان اپنے موقف پر ڈٹا رہے تو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف مجبور ہوں گے کہ پاکستان کو وہ پیسہ فراہم کرتے رہیں تاکہ پاکستان اپنی مشکلات سے نکل سکے اور قرضے واپس کرتا رہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں جتنا پیسہ آتا ہے' اس سے زیادہ ہر سال پاکستان سے باہر نکل جاتا ہے اور وہ پیسہ سیدھا ان بنیا ٹائپ بینکوں میں جمع ہو جاتا ہے۔

اگر آئی ایم ایف والے پاکستان کا پیسہ بند کر دیں' تو اس سے انہی کا نقصان ہوگا۔ فرض کیجئے اگر پاکستان قرضے واپس نہیں کرتا اور دیوالیہ ہو جاتا ہے تو مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں پاکستان کا کیا نقصان ہوگا۔

(از مبشر حسن' بشکریہ : روزنامہ خبریں کراچی)

تنظیم اسلامی پاکستان کے مرکزی دفتر واقع گڑھی شاہو لاہور میں

5 تا 11 نومبر 2000ء

مبتدی تربیت گاہ

منعقد ہو رہی ہے' رفقاء شرکت کا اہتمام فرمائیں

المعلن : ناظم دعوت و تربیت' تنظیم اسلامی پاکستان

مقامِ عبرت

الطاف حسین صاحب کے تازہ ترین موقف اور بھارت کی دہائی پر ایک بھارتی روزنامے "TRIBUNE" کا تبصرہ

پاکستان کے مہاجر نمبرایک الطاف حسین صاحب نے اپنا یہ وعدہ ایفاء کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی کہ وہ بھارتی مسلمانوں کے ساتھ براہ راست تعلقات قائم کریں گے۔ ۱۷ ستمبر ۲۰۰۰ء کو انہوں نے لندن میں چند غیر پنجابی رہنماؤں کے ساتھ ایک جلسے سے خطاب کیا۔

انہوں نے پاکستان کو تباہ کرنے کا ذمہ دار پنجابیوں کو ٹھہرایا اور ان کی مذمت کی۔ الطاف حسین صاحب نے اپنی تقریر اس ترانے پر ختم کی کہ "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" اپنے اس عمل کی وضاحت انہوں نے اس طرح کی کہ یہ ترانہ پاکستان کے قومی شاعر علامہ اقبال نے لکھا تھا۔ مہاجر رہنما کی اس معنی خیز حرکت نے یقیناً بھارت کے طاقتور عوام کو متاثر کیا ہو گا کیونکہ حال ہی میں متحدہ قومی محاذ کا ایک تین رکنی وفد دہلی کے دورے پر گیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ بھارتی رہنماؤں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ برصغیر پاک و ہند میں بحالی امن کے لئے اپنا فیصلہ کن کردار ادا کریں۔ اس سلسلے میں پچھلے ۱۵ دنوں کی پیش رفت ناقابل یقین ہے۔

کبھی تو الطاف حسین انڈیا کی تعریف میں ترانہ گنگنا رہے ہیں اور ایم کیو ایم کی اعلیٰ قیادت کا وفد دہلی میں اس ترانے کو حقیقت بنانے کی کوشش میں ہے۔ اور کبھی وہ انڈیا سے مدد کے خواہاں ہیں کہ پاکستان کے نظام حکومت کا ڈھانچہ تبدیل کر دیا جائے۔

انڈیا کو پاکستان کے کسی معاملے میں ملوث کرنا نہ صرف بے وقوفی ہو گی بلکہ یہ ایک خطرناک قدم بھی ہو گا۔ اس سے صرف یہ ہو گا کہ بھارت ایم کیو ایم کے اس واویلے سے فائدہ اٹھائے گا اور پاکستان کے استحقاق کو بھی حاصل کر لے گا۔ آج ایم کیو ایم انڈیا سے اس لئے مدد مانگ رہا ہے تاکہ پاکستان میں طالبان جیسا نظام حکومت قائم نہ ہو جائے۔ لامحالہ دوسرا قدم ہو گا کہ اس بات کی اجازت حاصل کی جائے کہ پاکستان کا نظام حکومت بھارت کے زیر سایہ اور اس کی سرزمین سے کنٹرول کیا جائے۔

ایم کیو ایم کا وفد کچھ ہمدردی کا بھی مستحق ہے کیونکہ وہ اس غلط فہمی میں ہیں کہ بھارت ان کی سسکیوں بھری کہانی پر یقین کر لے گا۔ بھارت ایم کیو ایم یا مہاجروں کو گھاس بھی نہیں ڈالے گا اور انہیں اپنے مسائل کے حل کے لئے پاکستانی رہنماؤں اور پاکستان کی سرزمین سے رجوع کرنا پڑے گا۔ اس قسم کی کہانی سنانا کہ پاکستان میں طالبان طرز کا نظام حکومت آنے والا ہے۔ بھارت کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا اور وہ جانتے بوجھتے کسی دوسرے ملک

MQM`S Punjabi bogey

PAKISTAN'S mohajir number one, Mr. Altaf Hussain, has not wasted time in keeping the promise of establishing direct contact with Indian Muslims. On September 17, 2000, he along with other non-Punjabi leaders addressed a meeting in London. They condemned the Punjabis for destroying Pakistan. Mr. Altaf Hussain himself ended up singing "sarey jahan sey achha Hindustan humara" and justified the act by pointing out that it was written by the poet laureate of Pakistan, Allama Muhammad Iqbal. The mohajir leader's gesture must have impressed powerful people in India. Why? Because a three-member Muttahida Qaumi Mahaz delegation is currently in Delhi to impress upon the Indian leadership the need for playing a "proactive role" [no prize for guessing the name of the Indian leader who made the expression popular through over-use] for restoring peace in the subcontinent. The developments of the past 15 days are almost unbelievable. One day Altaf Hussain sings a song in praise of India and, figuratively speaking, a high power MQM delegation materializes in Delhi the next day seeking India's help in restructuring Pakistan's polity. It is a highly stupid and dangerous game someone is trying to get India involved in. Whoever has sold the idea that India should use the disenchantment of the MQM for getting even with Pakistan deserves to be spanked. Today the MQM wants India's help in preventing the Talibanisation of Pakistan. The next logical step would be to seek permission for running a government-in-exile from Indian soil.

The MQM delegation deserves a bit of sympathy too for having been enticed into believing that India would buy its sob story. India should not touch the mohajirs and the MQM even with a barge pole. They have to sort out their problems with the Pakistani leadership on their home soil.

Spreading scare-stories about Pakistan being Talibanised is not going to make India get involved in the internal affairs of another country. The MQM needs to be reminded that Pakistan had not been Talibanised when the tribal invasion of Kashmir took place shortly after Partition. Nor was the Taliban anywhere in the frame in 1965 and 1971. Their forefathers created Pakistan for reasons which were negated with the creation of Bangladesh in 1971. The only honest statement the MQM leaders made during their Delhi sojourn was the acknowledgement of their role in the creation of Pakistan. It is indeed true that Muslim leaders mainly from Uttar Pradesh and Bihar backed the two-nation theory. The mohajir number one instead of complaining about the domination of Punjabis in Pakistan owes an apology to the people of undivided Punjab. Before 1947 Punjab was the symbol of the spirit of "sanjhapan" and communal harmony. Yet, Punjab suffered the most because of the folly of the Muslim leaders from UP and Bihar. Now that Mr. Altaf Hussain and the MQM leaders have once again highlighted their role in the creation of Pakistan, they should also show the grace of tendering a general apology to the Muslims of the subcontinent. It is because of them that in Bangladesh the non-Bengali Muslims are abused as Biharis, in Pakistan they are called mohajirs and in India they had to endure the hurtful epithet of being Pakistanis under the skin. Mr. Altaf Hussain is unhappy because the Punjabis in Pakistan have "grabbed" the cake his forefathers had helped carve out of a united and secular India. He now wants India to help fight Punjabi domination in Pakistan. He forgets that General Pervez Musharraf too is a mohajir. Instead of being holed up in London he should have gone to Pakistan to help the military dictator establish mohajir raj in the country their forefathers created. (THE TRIBUNE)

کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرے گا۔ ایم کیوایم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب علیحدگی کے فوراً بعد کشمیر پر قبائلی حملوں کا آغاز ہوا۔ اس وقت پاکستان میں طالبان طرز کی حکومت نہیں تھی اور نہ ہی ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں طالبان دنیا کے کسی بھی نقشے پر تھے۔ ان کے آباؤاجداد نے پاکستان جن وجوہ کے لئے بنایا تھا انہی کی نفی کرتے ہوئے ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش کا قیام وجود میں آیا۔ واحد منصفانہ بیان جو کہ ایم کیوایم کے رہنماؤں نے دہلی کے اجلاس میں دیا' یہ تھا کہ انہوں نے پاکستان کے قیام میں اپنے کردار کو تسلیم کیا۔ بلاشبہ یہ بات درست ہے کہ اترپردیش اور بہار کے مسلمان رہنماؤں نے ہی نظریہ پاکستان کی حمایت کی تھی۔ مہاجر نمبراً کو چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ پاکستان میں پنجابیوں کے غلبہ کی شکایت کرنے کی بجائے غیر تقسیم شدہ پنجاب کے لوگوں سے معافی کے خواستگار ہوتے۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے پنجاب "سانجھا پن" اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا مظہر تھا۔ یقیناً یوپی اور بہار کے مسلمان رہنماؤں کی حماقت کی وجہ سے پنجاب کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ اب جبکہ الطاف حسین اور ایم کیوایم کے دوسرے رہنما پاکستان کے قیام میں اپنے کردار پر دوبارہ روشنی ڈال رہے ہیں۔ انہیں یہ بھی چاہیئے کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں سے معافی بھی مانگیں۔ یہ انہی کی وجہ سے ہے کہ بنگلہ دیش میں غیربنگالیوں کو بہاری اور پاکستان میں مہاجر کہا جاتا ہے اور بھارت میں انہیں یہ طعنہ سننا پڑتا ہے کہ وہ بھارت میں پاکستانی ایجنٹ ہیں' الطاف حسین اس بات سے ناخوش ہیں کہ پنجابیوں نے وہ کیک ہتھیا لیا ہے جو ان کے آباؤاجداد نے متحدہ اور سیکولر بھارت سے پاکستان کی شکل میں حاصل کیا تھا۔ اب وہ یہ چاہتے ہیں کہ بھارت پاکستان میں پنجابی غلبہ کے خلاف ان کی مدد کرے۔ وہ یہ بات بھول گئے ہیں کہ جنرل پرویز مشرف خود بھی ایک مہاجر ہیں۔ الطاف کو چاہیئے کہ وہ لندن چھوڑ کر پاکستان واپس آئے تاکہ وہ فوجی حکمرانوں کے ساتھ مل کر اس پاکستان میں جو ان کے آباؤاجداد نے حاصل کیا تھا مہاجر راج قائم کر سکیں۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ بلدیاتی انتخابات میں تحریک انصاف سب کو حیران کر دے گی۔ (عمران خان)

✪ گویا آئندہ بھاری مینڈیٹ تحریک انصاف کے حصے میں آنے والا ہے۔

☆ اقتدار میں آکر گریڈ سترہ تک کے ملازمین کی تنخواہیں دوگنا کر دیں گے۔ (پروفیسر طاہر القادری)

✪ مگر اس خوش کن اور دلفریب وعدے کی تکمیل میں ہمیشہ حکومت وقت حائل ہو جاتی ہے۔

☆ فوج اقتدار نہ سنبھالتی تو حالات زیادہ خراب ہوتے (جنرل مشرف)

✪ یہاں حالات سے مراد غالباً فوجی جرنیلوں کو پیش آنے والے حالات ہیں۔

☆ اسلام میں جمعہ کی چھٹی کا کوئی تصور نہیں۔ (وفاقی وزیر داخلہ)

✪ محترم اسلام میں اتوار کی چھٹی کا بھی کوئی ذکر نہیں۔

☆ بلدیاتی انتخابات میں "تیر" اور "شیر" کے نشان ختم کر دیئے گئے۔ (ایک خبر)

✪ کہ "شیر" پنجرے میں بند ہے اور "تیر" چلانے والی دستیاب نہیں لہٰذا.........

☆ ملک کا اقتدار اہل لوگوں کے سپرد کیا جائے۔ (قاضی حسین احمد)

✪ پھر تو جماعت اسلامی زندہ باد کا "نعرہ" لگانا پڑے گا۔

☆ پسماندہ علاقوں کا ٹیکس سروے نہیں ہوگا۔ (سی بی آر)

✪ اس لئے کہ "سی بی آر" بھی محکمہ اوقاف کی طرح خسارے کی سرمایہ کاری نہیں کرتا۔

بقیہ : تجزیہ

رکھنے والوں کو اپنی سلامتی کونسل اور کابینہ کا رکن بنانا بھی امریکہ اور یورپ کو خوش کرنے کے مترادف تھا۔ خواتین اور ان کے حقوق کا شوروغوغا بھی کیا گیا یعنی ہر لحاظ سے امریکہ کو بتایا گیا کہ ہم بھی آپ کے کوئی غیر نہیں۔ اس طرح مشرف صاحب اپنے پاؤں جمانے میں کسی قدر کامیاب ہو گئے۔ مشرف نے اقتدار پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہی فوری طور پر عرب امارات اور چین کا دورہ کیا۔ جنرل صاحب کا چین کا دورہ حیرت ناک حد تک کامیاب ہوا اور ان کے دورے کے بعد امریکہ نے شور مچانا شروع کر دیا کہ چین نے پاکستان کو میزائل دینے کی رفتار تیز کر دی ہے۔ چین نے پاکستان کے تمام واجب الادا قرضے بھی ری شیڈول کر دیئے اور پاکستانی حکومت کے ترجمان کے مطابق یہ ری شیڈولنگ حکومتی درخواست کے بغیر چین نے از خود کر دی۔ سی ٹی بی ٹی کے معاملے میں بھی یہ پالیسی اختیار کی گئی کہ وزیر خارجہ کے بیانات کے ذریعے عوام میں اشتعال پیدا کر دیا گیا۔ سی ٹی بی ٹی کے خلاف جلسے اور مظاہرے ہوئے۔ ایک جماعت کے ذریعے عوامی ریفرنڈم کرایا گیا اور جس دن کلنٹن پاکستان پہنچا اس روز ریفرنڈم کے نتائج کا اعلان کیا گیا کہ عوام نے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کو زبردست اکثریت سے مسترد کر دیا ہے۔ بھارت کو بار بار مذاکرات کی پیش کش کی گئی لیکن اس وضاحت کے ساتھ کہ بات چیت صرف اور صرف کشمیر پر ہوگی جو دونوں ممالک کے درمیان واحد تنازعہ ہے' کشمیر کے علاوہ کسی دوسرے مسئلے کے وجود سے انکار کیا گیا یعنی بھارت کی وہ پالیسی کہ ہم مذاکرات پر تو تیار ہیں مگر پہلے دوسرے چھوٹے چھوٹے مسائل حل کر لیں' اس پالیسی کو یہ کہہ کر بے نقاب کر دیا گیا کہ کوئی دوسرا مسئلہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ افغانستان کے معاملے میں جنرل صاحب نے یہ پالیسی اختیار کی کہ وہ ایک آزاد اور خود مختار ریاست ہے' ہم کون ہوتے ہیں ان کے معاملے میں دخل اندازی کرنے والے' جن ممالک کا افغانستان سے کوئی تنازعہ ہے وہ براہ راست افغانستان سے بات چیت کریں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی ایک کامیاب پالیسی تھی جس کی وجہ سے ہم پر اسامہ بن لادن وغیرہ کے حوالے سے ڈالا جانے والا دباؤ کم ہوا۔

جنرل صاحب کی خارجہ پالیسی کا سب سے بڑا شاہکار یہ تھا کہ وہ امریکہ کو ناراض اور مشتعل کئے بغیر اس سے رینگتے ہوئے پیچھے ہٹ رہے تھے۔ چند ماہ پہلے انہوں نے خارجہ پالیسی کے حوالے سے ایک اہم اور جرات مندانہ قدم اٹھایا' وہ یہ کہ جب انہوں نے دیکھا کہ امریکہ بھارت کی طرف بڑھتا ہی نہیں جھکتا جا رہا ہے تو انہوں نے اپنے خصوصی ایلچی کو روس بھیجا جس کے نتیجے میں روس کے صدر پیوٹن کے ساتھ اقوام متحدہ میں مشرف کی غیر طے شدہ ملاقات ہوئی اور روس کی طرف سے بھی بعض حوصلہ افزا بیانات جاری ہوئے۔ مشرف کے اس جارحانہ قدم کی بھارت کو بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑی اور انہوں نے اسلحہ کی ڈیل کی آڑ میں روس کو بہت بڑی رشوت پیش کی ہے۔ لیکن کیا اس ڈیل کے نتیجہ میں بھارت امریکہ تعلقات میں رخنہ پیدا نہیں ہوگا' یقیناً ہوگا۔ جیسے کہ جنرل مشرف نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اسلحہ کی اتنی بڑی ڈیل محض کاغذات تک محدود رہے۔ اگر ایسا ہوا تو بھارت کے لئے مشکل ہو جائے گا کہ وہ روس کو پاکستان کے ساتھ اچھے نہ سہی نارمل تعلقات قائم کرنے سے روک سکے۔ آخر میں ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مشرف حکومت کی ایک سالہ کارکردگی پر جتنی شدید تنقید ہم نے کی ہے' ان کی خارجہ پالیسی اتنی ہی قابل ستائش ہے اور ہمارا یہ اخلاقی فرض ہے کہ صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہیں۔

کینسر زدہ ماحول اور تحریکی کارکن

استاد محترم جناب عاکف سعید صاحب
ایڈیٹر ندائے خلافت' لاہور

دیگر احوال آنکہ۔ موسم گرما کی تعطیلات ختم ہونے کے بعد سکول کھل چکے ہیں۔ ایک دائرہ کے اندر گھومتی ہوئی معمول کی زندگی رواں دواں ہو گئی ہے۔ وہی صبح سکول کو روانگی' وہی سکول کی خستہ عمارت' جو ٹھیکیدار کی بددیانتی کی شکایت کر رہی ہے۔ وہی معصوم' پژمردہ اور مایوس بچے جو معاشرتی ناانصافیوں اور معاشی ناہمواریوں کے زیر سایہ کسمپرسی میں اپنے تعلیمی مراحل طے کر رہے ہیں۔ وہی ناخواندہ لوکل کمیونٹی جو سماجی شعور اور اجتماعی ذمہ داریوں کے تصور سے یکسر نابلد دکھائی دیتی ہے۔ وہی بد نظمی اور بے اصولی جو پاکستانی معاشرہ کا شناختی نشان قرار دی جا سکتی ہے۔ معلم کے مقام و مرتبہ اور فرائض سے ناآشنا بعض مذہب پسند اساتذہ اپنے کردار اور عملی رویئے سے گویا یہ باور کرا رہے ہیں کہ "نماز ہماری عبادت" اور "کرپشن ہمارا پیشہ" ہے۔ ایسے میں ڈرائنگ ماسٹر مشتاق احمد (رفیق تنظیم)' پی ای ٹی ملک امان ("ہمدرد" تنظیم) اور حافظ ظہور صاحبان کا وجود غنیمت سے کم نہیں۔

مکرمی! ایسے کینسر زدہ ماحول میں بھی زندہ رہنا مشکل نہیں آسان ہے۔ بشرطیکہ ﴿ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ کے مطابق انسان بصیرت کی آنکھ بند کر کے کچھ دیکھنا چھوڑ دے' کانوں پر پردے ڈال دے' زبان کو بند کر کے گونگا "شیطان" بن جائے اور دل کو مقفل کر دے' ہر قسم کے اصول اور نظریہ سے منہ موڑ کر مادیت پسندی کے عالمگیر نظریہ اور خیال کو اپنا لے' احساس کے سرمایہ سے تہی دامن ہو کر بے حسی کو اپنا وطیرہ بنا لے۔ اگر ایسا کر لے تو وہ وسیع الظرف کہلا سکتا ہے' متحمل اور بردبار کا نام پا سکتا ہے' برداشت کا سرٹیفکیٹ حاصل کر سکتا ہے۔

استاد محترم! اگر کوئی ان شرائط پر پورا نہیں اتر سکتا تو اس پر یہ بات ابتدا ہی میں واضح ہو جانی چاہئے کہ اسے "Isolate" ہو کر اجنبی کی طرح زندگی گزارنی پڑے گی۔ اسے انتہا پسند' کم ظرف' غیر روادار کے القابات گوارا کرنا ہوں گے۔ اسے یہ طعنہ بھی سننا پڑے گا کہ وہ موجودہ دور کے تقاضوں سے واقف نہیں ہے۔ اسے فرمان رسول ﷺ ((اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ)) پر اپنے عقیدہ کو یقین میں بدلنا ہو گا اور اپنے من میں اس حقیقت کو پوری طرح جاگزیں کرنا ہو گا کہ (اسلامی) زندگی پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں بھرا بچھونا ہے ہاں ؎

چو می گویم کہ مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

مکرمی! یوں تو فوجی حکومت کے پردے میں این جی اوز کے اقتدار سے اسلام کی بقا سخت خطرے میں ہے۔ اتنا خطرہ شاید اسلام کو ملک کی گزشتہ نصف صدی کی تاریخ میں نہ ہوا ہو گا۔ لیکن یہ صورتحال زیادہ حیران کن نہیں' کیونکہ یہ ہمارے ہی اعمال ہیں جو ہم پر "عمال" بنے بیٹھے ہیں۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ سینکڑوں دینی جماعتوں اور تنظیموں کے باوجود تمام قوم بنیادی دینی اقدار سے بھی محروم ہوتی جا رہی ہے۔ معاشرہ کا ہر فرد بے دینی' بے حسی' ضمیر فروشی' ذمہ داریوں سے فراریت اور اخلاقی دیوالیہ پن کی آخری حدود کو چھو رہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن نے جو الفاظ قبل از اسلام عرب معاشرہ کے بارے میں کہے تھے یعنی ﴿ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ ﴾ آج ان کا مصداق ہم بن چکے ہیں۔

مکرمی! بلاشبہ قوم کے اس ہمہ گیر دینی زوال کی بنیادی وجہ اسلامی اقتدار کی عدم موجودگی ہے۔ اس کا ثبوت پیغمبر صادق و امین کی وہ حدیث ہے جس میں آپؐ نے فرمایا :

"اسلام اور حکومت و ریاست دو جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں رہ سکتا۔ پس اسلام کی مثال ایک عمارت کی ہے اور حکومت گویا اس کی نگہبان ہے۔ پس جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔" (کنز العمال)

ان حالات میں اس بات کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ دینی اصلاحی جماعتیں اور فرقہ وارانہ گروپ جو "سیکولر ایڈیشن" اسلام کا پرچار کر رہی ہیں' کو درست سمت میں اقدام کے لئے آمادہ کیا جائے۔ اور بتایا جائے کہ اسلام کی اصل خدمت یہ ہے کہ اس کے حقیقی تصور کو عام کیا جائے اور اس کے اس نظام کے قیام کی جانب سعی کی جائے جو قصر اسلام کے لئے بمنزلہ دربان اور چوکیدار کے ہے۔ ورنہ میٹھے وعظوں' پرسکون گشتوں یا دھواں دار اختلافی تقریروں سے نہ تو دعوت اسلام کے تقاضے پورے ہوں گے اور نہ ہی عالمی سطح پر ہویدا یہودی فتنے کی سرکوبی کے لئے پیش بندی کی جا سکے گی۔

اٹھو وگرنہ حشر ہو گا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

استاد محترم! موجودہ حد درجہ مایوس کن حالات میں ہم یہاں تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے اسی فکر کو عام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہاں جیسے جیسے تنظیم کا تعارف عام ہو رہا ہے ہماری مخالفت بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت عطا فرمائے اور حق کے نور سے بہرہ مند کرے۔

محترم ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں نیازمندانہ سلام اور دعاؤں کی درخواست ہے۔ اکیڈمی کے احباب کو درجہ بدرجہ سلام کہہ دیں۔

والسلام
احقر محبوب الحق عاجز

☆ ☆ ☆

جناب عاکف سعید صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ندائے خلافت کے بارے میں کچھ عرض کرنا مقصود ہے کہ اب اس کی شکل پہلے سے کافی بہتر ہے۔ خصوصاً تازہ شمارہ نمبر ۴۰ کے حوالے سے کہ :

1. اس کی شہ سرخیوں کی کیفیت بہت اچھی ہے اسی انداز کو کچھ عرصہ مستقل چلایئے۔
2. الہدیٰ اور فرمان نبویؐ بہت عمدہ سلسلے ہیں۔ فرمان نبویؐ کے ضمن میں مجموعہ حدیث نبویہؐ اور رحمت اللہ بٹر صاحب کا حوالہ بھی دیجئے تو اچھا ہو گا کہ ان احادیث کی تشریح و وضاحت بھی ساتھ ساتھ ہوتی جائے گی۔
3. سب سے خوبصورت سلسلہ "افہام و تفہیم" کا ہے کہ قرآن آڈیٹوریم میں ہونے والے سوال و جواب شائع ہو رہے ہیں اس پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔
4. رعنا ہاشم خان کے قلم میں اللہ نے بہت روانی عطا کی ہوئی ہے اور وہ جوش اور ہوش کے ساتھ اس کا خوبصورتی کے ساتھ استعمال کرتی ہیں۔

والسلام
محمد یونس
ایم۔ ایم۔ موٹرز
انفنٹری روڈ لاہور

اہم اعلان

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں کہ 27 اکتوبر کو جامعہ صدیقیہ' توحید پارک' گلشن راوی میں مدرسہ ہذا کے مہتمم قاری عبدالقیوم صاحب کے عزیز کے انتقال کے باعث امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب نہیں ہو گا۔

دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام

امراء و ناظمین حلقہ جات سے گزارش ہے کہ رمضان المبارک میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگراموں کی تفاصیل جلد از جلد ارسال کر دیں تاکہ ندائے خلافت میں بروقت شائع ہو سکیں۔

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا دورۂ حلقہ سرحد شمالی

عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین موافق قرآن و حدیث کی بنیاد پر ایک علمی تحریک برپا کر کے انقلابِ اسلامی کی راہ ہموار کرنے کے حوالے سے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی شخصیت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کے اعلیٰ سرکاری اداروں میں اکثر و بیشتر آپ کو کسی نہ کسی موضوع پر لیکچر دینے کے لئے مدعو کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو NIPA (سرحد) کی طرف سے دعوت ملی کہ آپ مستقبل میں ملک کی انتظامی مشینری کا حصہ بننے والے اہل کاروں سے خطاب کریں تو آپ نے بخوشی دعوت قبول کر لی۔ امیر محترم کافی عرصہ بعد صوبہ سرحد آ رہے تھے اس لئے حلقہ سرحد شمالی و جنوبی کے علاوہ انجمن خدام القرآن پشاور نے اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر امیر محترم کے لئے NIPA کے علاوہ کچھ مزید پروگرام بھی تشکیل دیے۔ چنانچہ NIPA میں امیر تنظیم کے طے شدہ پروگرام کے علاوہ حلقہ سرحد شمالی کے دفتر میں امیر تنظیم اسلامی کی رفقاء سے تعارفی نشست' ۱۲ ستمبر کو ۱۱ بجے نوشہرہ بار سے خطاب' ۱۲ ستمبر کی شام عید گاہ جامع مسجد میں پبلک سے خطاب اور ۱۳ ستمبر کو صبح نو بجے فحاشی و عریانی کے خلاف تشکیل شدہ متحدہ اسلامی محاذ انقلابی محاذ (امام) کے عہدیداروں سے ملاقات رکھی گئی۔ جبکہ ۱۳ ستمبر ہی کو بعد از مغرب پرل کانٹی نینٹل پشاور میں "پاکستان کے وجود میں آنے کے اسباب اور استحکام پاکستان کی واحد اساس" کے موضوع پر بھی خطاب طے تھا۔ شیڈولڈ پروگرام کے مطابق امیر تنظیم اسلامی ۱۱ ستمبر کو نوشہرہ تشریف لائے جہاں تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے دفتر میں امیر تنظیم اسلامی کے ساتھ رفقاء کی ملاقات کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اگرچہ امیر تنظیم کے ساتھ اس تعارفی نشست میں تعارف اور ملاقات کی اجازت صرف رفقاء ہی کو تھی۔ لیکن امیر تنظیم سے ملاقات کے لئے بہت سے دوسرے احباب بھی آئے ہوئے تھے۔

چونکہ تنظیم اسلامی کا دفتر کنٹونمنٹ پلازہ کی تیسری منزل پر واقع ہے۔ اس لئے امیر تنظیم اسلامی کو سیڑھیوں کے ذریعے اوپر جانا تھا۔ حالانکہ امیر تنظیم کی اب وہ کیفیت نہیں رہی' مگر اقامت دین کی فرضیت امیر تنظیم کو بیماری' تھکاوٹ اور بڑھاپے کا احساس نہیں ہونے دیتی۔ شاید بڑھاپے میں ان کی جوانی کا یہی راز ہے۔

امیر تنظیم کی آمد کے کچھ دیر بعد تعارف شروع ہوا۔ اس کے فوراً بعد امیر تنظیم سے رفقاء نے انتہائی اہم امور پر سوالات کئے۔ اس موقع پر پورے سرحد سے رفقاء تنظیم اُمڈ کر آئے تھے۔ بالآخر امیر تنظیم کو کہنا پڑا کہ یہ تعارفی نشست ہے یا علاقائی اجتماع ہو رہا ہے۔ نشست کے اختتام پر رفقاء تنظیم نے امیر تنظیم کے ساتھ کھانا کھایا۔ بعد ازاں امیر تنظیم اور ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب پشاور کو روانہ ہوئے۔ جبکہ رفقاء نے دفتر ہی میں قیام کیا۔ اگلے روز ۱۱ بجے امیر محترم کا نوشہرہ بار سے خطاب ہونا تھا اس لئے آپ ایک بار پھر نوشہرہ کے لئے عازم سفر ہوئے۔ امیر تنظیم اور ناظم اعلیٰ پروگرام سے پہلے خلجی صاحب کے گھر آئے جہاں راقم اور امیر حلقہ ان کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ کچھ دیر آرام فرمانے کے بعد ۵ افراد پر مشتمل یہ قافلہ ضلعی عدالت پہنچا۔ وکلاء کی کافی تعداد اس خطاب کو سننے کے لئے بے تاب بیٹھی تھی۔ امیر تنظیم نے "پاکستان کے استحکام کی واحد اساس اسلام" کے موضوع پر تاریخی شواہد اور قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ بیان فرمایا۔

۱۲ ستمبر کو شام کے وقت عید گاہ جامع مسجد مردان میں امیر محترم کا جلسہ عام سے خطاب ہونا تھا۔ مردان پہنچنے پر رفقاء تنظیم نے امیر محترم اور شریک سفر عہدیداران تنظیم کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اس جلسے کا انعقاد تنظیم اسلامی کے دیرینہ رفیق ڈاکٹر مقصود' اور ڈاکٹر ریاض کے علاوہ ڈاکٹر دین' محمد اقبال اور وکیل شمس العارفین کی کوششوں سے ممکن ہوا۔ بعد از نماز مغرب جلسہ شروع ہوا۔ موضوع تھا۔ "عالمی نظام خلافت کے قیام میں پاکستان اور افغانستان کا کردار" امیر محترم نے عالمی نظام خلافت کے خدوخال کو اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے حوالے سے نمایاں کیا۔ آپ نے قرآن و حدیث کے صریح حوالوں سے واضح کیا کہ حالات کتنے ہی غیر اطمینان بخش اور ناساز گار ہوں یہ تقدیر مبرم ہے کہ ایک نہ ایک دن عالمی نظام خلافت کا قیام ہو کر رہے گا۔ لیکن اس عالمی نظام خلافت کے قیام سے پہلے ایک بھرپور جدوجہد کا مرحلہ سر کرنا ہو گا۔ تنظیم اسلامی کی تشکیل اس مقصد کے لئے ایک ابتدائی کوشش ہے جس کی کامیابی کا ہدف آسان ہو جائے گا۔

(رپورٹ : مولانا غلام اللہ خان حقانی)

☆ ☆ ☆

اسرہ خویشگی میں دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام خویشگی میں ایک دعوتی پروگرام ۶/ اکتوبر کو ہوا جس میں خضر حیات اور ساوید احمد خان نے دین و مذہب کا فرق اور فرائض دینی کے جامع تصور کے موضوع پر خطاب کیا۔ پروگرام کے انعقاد کے لئے محمد عامر' نصراللہ اور محمد حامد نے خصوصی کردار ادا کیا۔ اختتام پر تنظیمی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

(رپورٹ : ساوید احمد خان)

اسرہ ہاتھیان کے زیر اہتمام شب بسری

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے اسرہ ہاتھیان کے زیر اہتمام میں شب بسری پروگرام بمقام حاجی جمیل خان مسجد راحت آباد' ہاتھیان میں ۱۴ اکتوبر کو منعقد ہوا۔ امیر حلقہ اظہر بختیار خلجی صاحب' ڈاکٹر حافظ محمد مقصود صاحب' محمد عامر اور محمد حامد صاحب نماز عصر سے پہلے پہنچ گئے۔ پروگرام کا آغاز نماز عصر کے بعد محمد عامر نے "ایمان کے تقاضے" کے موضوع پر گفتگو سے کیا۔ نماز مغرب کے بعد ڈاکٹر حافظ محمد مقصود صاحب نے "حقیقت نفاق" کے موضوع پر درس قرآن دیا۔ نماز عشاء کے بعد جناب قاضی فضل حکیم نے "منہج انقلاب نبوی ﷺ" کو بلیک بورڈ کے ذریعے سامعین کے سامنے واضح کیا۔

نماز فجر کے بعد محمد حامد نے درس قرآن کے ضمن میں سورۃ النور کی پانچویں رکوع کی تلاوت اور ترجمہ پیش کیا اور اس کے ساتھ شب بسری کا یہ پروگرام مسنون دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

تنظیم اسلامی سرحد شمالی کے زیر اہتمام خصوصی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے دفتر میں ۷/ اکتوبر کو ایک دعوتی پروگرام منعقد ہوا۔ اس پروگرام کے لئے ناظم دعوت حلقہ سرحد مولانا غلام اللہ خان حقانی صاحب کو بطور خاص دعوت دی گئی تھی۔ پروگرام کا موضوع "دین و مذہب کا فرق" تھا۔ موضوع کے بارے میں تمہیدی طور پر آپ نے سامعین کو بتایا کہ اس موضوع پر بات کرنی کافی مشکل ہے۔ اس لئے کہ ہماری نشوونما جس معاشرے میں ہوئی ہے وہاں ہماری اقدار کی پوری ساخت مذہبی ہے۔ اب اگر کسی شخص کی فکری' اخلاقی اور تمدنی ارتقاء ایسے ماحول میں ہوئی تو اس کے سامنے دین و مذہب کو Define کرنا اس کے ان مذہبی اقدار کو چیلنج کرنے کے مترادف ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ دین و مذہب کے اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے انقلابی تربیت خانقاہی تربیت میں تبدیل ہوئی۔ حالانکہ خانقاہی تربیت کا ہدف کچھ اور ہے جبکہ مجاہدانہ تربیت بالکل ایک الگ شے ہے۔ پروگرام میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے بیس افراد نے شرکت کی۔ سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ امیر حلقہ اظہر بختیار خلجی کے دعا اور اختتامی کلمات سے پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ : فضل رحیم)

تنظیم	اسلامی	کا	پیغام
نظام	خلافت	کا	قیام

☆ ☆ ☆

Vol : 9 | Regd. CPL No.127 | No.42

WEEKLY **NIDA-I-KHILAFAT** LAHORE

افہام و تفہیم

✪ کیا قتال فی سبیل اللہ سے پیشتر تزکیۂ نفس لازم ہے؟

✪ حقیقی ایمان کی کسوٹی کیا ہے؟ ✪ اللہ انسان پر حیثیت کے مطابق بوجھ ڈالتا ہے' حیثیت کا معیار کیا ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد امیرِ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال وجواب کی نشست

❶ **س** : اللہ تعالیٰ ہر انسان پر اس کی حیثیت کے مطابق بوجھ ڈالتے ہیں' حیثیت سے کیا مراد ہے؟

ج : کسی بھی شخص کی حیثیت کا معیار ہم نہیں جان سکتے۔ آج بھی ہمیں معلوم نہیں کہ میرے اور آپ کے جینز کیا ہیں۔ ہم یہ تو کر سکتے ہیں کہ اپنی امکانی حد تک اللہ کے احکام پر عمل کریں' لیکن ہم عمل اتنا ہی کر پائیں گے جتنی کہ ہمارے اندر استعداد ہے۔ اگر ہم اپنی امکانی حد سے پیچھے رہ گئے تو پکڑے جائیں گے۔ بعض اوقات حضور ﷺ جب بیعت لیتے تھے تو آپؐ فرمادیا کرتے تھے کہ تم اس کے ساتھ "مَا اسْتَطَعْتُ" کہہ دو یعنی جتنی بھی میرے اندر استطاعت ہو گی میں اس بیعت پر کاربند رہوں گا اور اس کو پورا کروں گا۔ اگر اپنی حد تک کوشش کرنے کے بعد بھی کوتاہی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا چونکہ "مُکلف" کے لفظی معانی کسی کو ذمہ دار ٹھہرانے کے ہیں اس طرح ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ کا مطلب یہ ہوا کہ "اللہ کسی جان کو ذمہ دار نہیں ٹھہراتا مگر اسی حد تک جس حد تک اس کے اندر وسعت ہے۔" اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر شخص کو جو بھی استعداد یا معیار عطا (Given) کیا گیا ہے اس اعتبار سے ہر شخص کی ذمہ داری اور جواب دہی مختلف ہو گی۔

❷ **س** : آپ کے خطبات سے یہ تاثر ملتا ہے کہ قتال فی سبیل اللہ پر عمل درآمد سے پیشتر تزکیۂ نفس لازم ہے' لیکن اگر عملی طور پر قتال فی سبیل اللہ کی ضرورت تزکیۂ نفس سے پہلے ہی پیش آجائے تو اجتماعی اور انفرادی طور پر کیا حکم ہے؟

ج : کسی چیز کا عام طریق کار (Normal Procedure) تو لازماً معین کیا جاتا ہے کہ یہ کام کیسے اور کن مراحل میں ہو گا۔ اس میں تو لازماً بیان کیا جائے گا کہ پہلے ایمان' اس کے بعد تزکیۂ نفس اور پھر قتال کا مرحلہ آتا ہے۔ لیکن ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ قتال کا مرحلہ کسی وجہ سے فوری طور پر پیش آجائے۔ مثلاً حضور ﷺ کے دور میں مدینے کے سب حضرات ان مراحل سے تو نہیں گزرے تھے' انصار مدینہ تو ابھی ایمان لائے ہی تھے کہ قتال کا مرحلہ آگیا۔ البتہ مہاجرین مکہ آزمائشوں کی بھٹیوں میں سے گزر کر آئے تھے اور وہ حضور ﷺ کی صحبت سے طویل عرصے تک فیضیاب ہوئے تھے' ان کا تزکیہ ہو چکا تھا۔ لیکن مدینہ میں تو بہت سے لوگوں کے ایمان لاتے ہی قتال کا مرحلہ آگیا۔ ایک صحابی کے بارے میں آتا ہے کہ ایمان لے آئے' ابھی نماز پڑھنے کی نوبت بھی نہیں آئی تھی یعنی نماز کا وقت آیا ہی نہیں تھا وہ میدان جنگ میں پہنچے اور شہید ہو گئے۔ اس طرح وہ ایک نماز بھی پڑھے بغیر شہادت کے رتبے سے سرفراز ہو کر جنت میں چلے گئے۔

اسی طرح اگر کسی مسلمان ملک پر کوئی غیر مسلم آکر حملہ کر دے تو قتال کے مراحل پورے کرنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ افغانستان میں جب روسی فوج آگئی تو اس وقت تمام مسلمانوں پر قتال فرض ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کا ملک تھا اس پر کافر قوت حملہ آور ہو گئی تو تمام علماء کھڑے ہو گئے۔ اس سے پہلے صرف الاخوان یا جماعت اسلامی سے متاثر لوگ یعنی گلبدین حکمت یار اور احمد شاہ مسعود وغیرہ جہاد کر رہے تھے۔ علماء کرام تو تب اٹھے جب روس کی فوج افغانستان میں آگئی۔ گویا اس صورتحال میں علماء کے نزدیک بھی فقہی اعتبار سے جہاد لازم ہو گیا تھا۔

البتہ جب ہم بیٹھ کر منصوبہ بندی کریں گے اور سوچیں گے کہ اس ملک میں انقلاب لانے کے لئے کس طرح چیلنج کریں تو اس کے لئے لازم ہے کہ ہمارے پیش نظر وہی تربیت رہے کہ جو حضور ﷺ کے طریقے میں نظر آتی ہے۔ یہ ترتیب مکی اور مدنی دور کے حوالے سے سمجھ لیں' چاہے جہاد بالقرآن اور جہاد بالسیف کے حوالے سے اخذ کرلیں۔ مکے میں بھی جہاد ہو رہا تھا لیکن وہ جہاد بالقرآن تھا' قرآن کے ذریعے سے نظریات و عقائد کی اصلاح اور تزکیہ کیا جارہا تھا' اس کے بعد پھر جہاد بالسیف کا حکم آیا تھا۔ ویسے قتال کا حکم اس دور میں بھی ہر وقت کے لئے نہیں تھا۔ قتال تو اس وقت لازم ہوتا تھا جبکہ کسی جنگ کے لئے نفیر ہوتی تھی۔ مختصر یہ کہ اس وقت بھی قتال فرض کفایہ کے درجے میں تھا۔ ہاں اگر امیر نے حکم دے دیا تو جنگ کیلئے نکلنا لازم ہو جائے گا۔ بہرحال قتال مکے میں تو کیا ہی نہیں گیا اور مدینے میں بھی حضور ﷺ نے انصار کو اولاً قتال میں شریک نہیں کیا۔ وہاں پہلی آٹھ مہمات میں صرف مہاجرین شامل تھے۔ قتال کے ضمن میں ایک مرتبہ نفیر عام غزوہ تبوک کے موقع پر ہوئی جس میں ہر صاحب ایمان کیلئے نکلنا فرض تھا۔ اس موقع پر سورۂ نساء میں کہا گیا :

"جو بیٹھے رہ جائیں' اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں اور وہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں برابر نہیں ہیں۔"

لیکن دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے :

﴿فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجَاھِدِیْنَ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ دَرَجَةً﴾

اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت کا دیا ہے۔ گویا کہ سب کے لئے قتال کرنا اس درجے میں لازم نہیں تھا کہ اگر کوئی قتال میں حصہ نہیں لے رہا تو گویا کہ وہ کفر کا مرتکب ہو گیا یا اس سے اللہ کے حکم کی نافرمانی ہو گئی۔

❸ **س** : ایمان کی کسوٹی کیا ہے یعنی ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ ہمارے دل میں حقیقی ایمان موجود ہے۔

ج : دل میں اگر تھوڑا بہت ایمان موجود ہے اس کا پتا لگانے کے ضمن میں حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے :

"جب تمہیں برا کام کر کے رنج ہو اور نیکی کا کام کر کے خوشی ہو تو تمہارے اندر ایمان موجود ہے۔"

ایک دوسری حدیث مبارکہ ہے : "اگر تیرا دل اس بات پر ٹھک گیا کہ اللہ میرا رب ہے محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور اسلام میرا دین ہے تو تم نے ایمان کا مزا چکھ لیا۔"

جبکہ ایمان کی تکمیل کا مرحلہ تو یہ ہے :

((مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ اِیْمَانٌ)) "جو شخص محبت کرے تو اللہ کے لئے اور دشمنی کرے تو اللہ کے لئے اور کسی کو کچھ دے تو اللہ کے لئے' کسی سے کچھ روکے تو اللہ کے لئے' اس شخص نے ایمان کی تکمیل کرلی۔ (مرتب : انور کمال میو)

☆ ☆ ☆